

مولانا فضل علی حقانی *

آہ! میرے بھائی میرے دوست حضرت مولانا الحافظ محمد ابراہیم فانی

اس دار فانی میں ہر آنے والا جانے ہی کیلئے آتا ہے، قدرت کی کرشمہ سازی بعض ہستیوں کو عظیم ماؤں کی کوکھ سے جنم دے کر خاص تربیت سے رکھتی ہے۔ دنیا میں آنے کے بعد ایسی ہستیاں قدرت کے وہ مقاصد جس کیلئے ان کا تخلیق اور تربیت کیا گیا ہو، پورا ہونے کے بعد رحمت الہی کی آغوش میں جا کر ہمیشہ کیلئے امر بن جاتے ہیں اور رحلت کے بعد ان کی عظمت دنیا پر آشکارہ ہو کر ایک عالم کو اپنے پیچھے سو گوار چھوڑ جاتے ہیں۔ انہی عظیم ہستیوں میں میرے بھائی اور حقیقی دوست حضرت علامہ حافظ محمد ابراہیم فانی صاحب مرحوم تھے جو طویل علالت کے بعد ۲۶ فروری ۲۰۱۴ء بروز بدھ ہم سب کو سو گوار چھوڑ کر اپنے خالق حقیقی سے جا ملے فرماتے اللہ رحمۃً واسعۃً، برادر مرعوب اسامیل صاحب نے ان کی وفات کی خبر صبح ۳:۳۰ کو گلوگیر آواز سے سنائی جو کسی صاعقہ سے کم نہ تھی۔

خاندانی پس منظر:

حافظ محمد ابراہیم فانی ایسے خاندان کے چشم و چراغ تھے جس کے بارے میں یقیناً کہا جاسکتا ہے کہ ”این خانہ ہمہ آفتاب است“ فانی صاحب مرحوم کا نسبی اور روحانی رشتہ اس شجرہ طوبیٰ سے تھاجن میں بڑے بڑے جبال العلم صاحب نسبت بزرگ گزرے ہیں جن کے شاگرد دنیا کے کونے کونے میں تشنگان علم کو سیراب کر چکے ہیں اور بڑے بڑے عالمی تحریکوں کا حصہ رہ چکے ہیں۔ جن میں مجاہد کبیر حضرت مولانا سیف الرحمن صاحب ”مہاجر کابل“، بحر عمیق مولانا قطب الدین صاحب غور غشتوی، مولانا سید میر محمد ونگر ہاری، مولانا عبدالجلیل طوروی، مولانا قاضی عبدالحق کابلی، مولانا پردل قند ہاری اور مولانا سودائی بام خیل شامل ہیں۔ پھر فانی صاحب مرحوم کی تربیت جس ہستی کی آغوش میں ہوئی وہ رہتی دنیا تک صدر المدرسین کے نام سے یاد رکھے گی۔ ایسی عبقری شخصیت جس نے جنوبی ایشیاء کی عظیم اسلامی یونیورسٹی دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک میں آخر دم تک ہزاروں تشنگان علوم کو قال اللہ وقال

الرسول کا درس دیا، جو سرتاپا علم و عمل کا مجسمہ اور سنت نبوی ﷺ کی عملی تصویر تھے، جس کے فقیرانہ دربار میں مقہر علماء اس کے علمی ہیبت کی وجہ سے گنگ رہتے، بڑے بڑے جاگیردار خان اور نواب اس کے سامنے سرنگوں رہتے، حق بات کہنے میں بلا خوف لومۃ لائم نہ تردد کرتے اور نہ کسی قسم کی مصالحت کے روادار تھے۔ حضرت فانی صاحب مرحوم کی رگوں میں وہی خون دوڑتا نظر آیا اور وہی موروثی اثرات بدرجہ اتم ان کو منتقل ہوئے۔

فانی صاحب سے قلبی محبت و عقیدت:

حضرت مولانا ابراہیم فانی صاحب مرحوم اگرچہ عمر کے لحاظ سے مجھ سے بڑے تھے لیکن دونوں علمی خاندان ہونے کے ناطے بچپن سے ایک دوسرے سے قریب تر ہوتے گئے اور اس کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ میرے والد ماجد مولانا فضل حق مرحوم اور حضرت صدر صاحب نور اللہ مرقدہما کے قریبی مراسم تھے۔ تقریباً ۱۹۶۸ء سے میرے والد صاحب مرحوم بستر علالت پر تھے۔ جب صدر صاحب مرحوم جمعۃ المبارک کو گاؤں تشریف لاتے تو ضرور میرے والد صاحب مرحوم کے پاس بیمار داری کے لئے تشریف لاتے۔ اس وقت اگرچہ میں کم عمر تھا لیکن آج بھی حضرت صدر صاحب مرحوم کے مخصوص لہجہ میں آواز جو دروازے پہ کھڑے ہو کر ”فضل علی“ پکارتے، کانوں میں گونج رہی ہے۔ حضرت مرحوم تشریف لانے کے بعد دیر تک والد صاحب مرحوم سے مختلف موضوعات پر گفتگو فرماتے جب والد مرحوم اپنی زیست سے ناامید ہونے لگے تو حضرت صدر صاحب مرحوم کو بلا کر وصیت فرمائی کہ مجھے زندگی کی اب امید نہیں رہی اور یہ بیٹا اللہ تعالیٰ کو اور آپ کے سپرد کرتا ہوں اس کی تعلیم و تربیت کا خاص خیال آپ رکھیں گے۔ حضرت صدر صاحب نے اسی وصیت کی لاج رکھتے ہوئے زندگی کے ہر موڑ پر مکمل سرپرستی فرمائی اور میٹرک تک تعلیم حاصل کرنے کے بعد مجھے دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک میں اپنی سرپرستی میں داخلہ دلایا۔ حضرت صدر صاحب نے ہمیشہ اپنے نسبی بیٹوں سے زیادہ شفقت فرمائی فرحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعہ۔ اسی تعلق کی وجہ سے فانی صاحب مرحوم سے بھی مراسم بڑھ گئے۔

گاؤں کے ماحول میں رسومات اور بدعات کی مخالفت ہو یا قادیانیوں، پرویزیوں کا تعاقب ہو یا فرقہ واریت کی عنقریب سے مخاصمت ہو۔ الغرض تمام تحریکوں میں ہم دونوں یک جاں دو قالب کی طرح میدان میں کھودتے رہے ہیں اور الحمد للہ سرخرو ہوئے۔ یہ داستانیں ایک کامل کتاب کے متقاضی ہیں۔

فقیری میں بادشاہی:

حضرت فانی صاحب مرحوم دیگر بہت سارے خوبیوں سمیت فقیر منش اور درویش صفت انسان تھے۔ ان کی نشست و برخاست، گفتار و کردار انتہائی سادہ مگر پروقار تھی۔ کبھی بھی اپنے علمی تفوق کو ہم عصروں کی محفل میں آشکارہ کرنے کی کوشش نہیں کی بلکہ ظاہری مضامین اور شکر و تحسین کے بعد جبکہ اجنبی شخص پر آپ کا علمی

مقام گفتگو کرنے کے بعد ظاہر ہوتا، جب کبھی بھی گاؤں تشریف لاتے تو فوراً اطلاع کر کے ہمارے گھر سے متصل مختصر کمرے میں سارا دن گزارتے اور دوست و احباب جمع ہو کر فانی صاحب مرحوم کی بذلہ سنجی لطائف و ظرائف اور موقع کے مناسب اشعار اور علمی نکات کے موتیوں سے محفوظ ہوتے اور سامعین داد دیئے بغیر نہ رہتے۔ اللہ رب العزت نے فانی صاحب مرحوم کو بہت ساری خوبیوں سے نوازا تھا۔ تنگ دستی اور معاشی مشکلات کے باوجود استغناء کو اوڑھنا بچھونا رکھا اور ہمیشہ اپنی حالت کو اخفاء میں رکھ کر کسی کے سامنے دست سوال دراز نہیں کیا۔

کچھ ایسے بھی اٹھ جائیں گے اس بزم سے جن کو تم ڈھونڈنے نکلو گے مگر پاناہ سکو گے
حسد و کینہ سے پاک صاف مزاج:

اس ظلمت کدہ میں ابتدائے آفرینش سے قدرتی طور پر کسی انسان کو کمال حاصل ہونے پر اس کے حاسدین میں اضافہ ہوتا رہتا ہے اور کبھی حسد کی آگ محسوس کے درپے آزاد ہو کر امت مسلمہ کو بڑے خسارے سے دوچار کرتا ہے، جیسا کہ تاریخ کے اوراق ایسے واقعات سے بھرے پڑے ہیں۔ علاوہ ازیں سب سے زیادہ توجہ طلب یہ کہ اللہ عزوجل نے قرآن کریم کو حسد ہی سے پناہ مانگنے پر ختم کیا ہے۔

حضرت فانی صاحب کو اللہ تعالیٰ نے ایسا مزاج اور وسیع ظرف دیا تھا کہ دور دور تک حسد کا شائبہ اس میں نہ تھا بلکہ اس کے برعکس دوستوں کے علمی تفوق کو تسلیم کرتے اور ان کے دنیاوی ترقی پر دلی مسرت کا اظہار کر کے حقیقی معنوں میں خوش ہوئے۔ صرف اسی صفت پر حضور علیہ السلام نے بعض صحابہ کرام کو جنت کی بشارت دی ہے جو کہ میں سمجھتا ہوں کہ حضرت فانی صاحب مرحوم میں بدرجہ اتم موجود تھی۔ مصائب اور مشکلات کے دوران دوستوں کے حوصلے بڑھا کر مسائل کے حل کے لئے خلوص دل سے صائب مشورے دیتے تھے شاید اس پر فتن دور میں کسی کو ایسا مخلص دوست ملے۔ اب انہیں ڈھونڈ چراغ رخ زیبائے کر

علمی حیثیت تصنیف و تالیف کے میدان میں:

حضرت فانی مرحوم کی خاندانی علمی تفوق اور ٹھوس علمی حیثیت کی ایک دنیا معترف اور اس پر ناز کرتی ہے۔ فانی صاحب مرحوم موروثی صفات کے ساتھ ساتھ حضرت صدر صاحب مرحوم کی خصوصی توجہ اور دعاؤں کا پرتو اور عکس جمیل تھے۔ جنوبی ایشیاء کی عظیم اسلامی یونیورسٹی سے فراغت کے بعد درس و تدریس کے میدان میں آخر دم تک دارالعلوم سے وابستہ رہے۔ مختلف علوم و فنون کے مثنوی کتابیں زیر تدریس رہیں اور اکابر دارالعلوم کے نظر کرم خصوصاً دارالعلوم کے مہتمم شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ العالی کے خصوصی شفقت اور محبت کی وجہ سے دارالعلوم کے مسند حدیث پر جلوہ افروز ہوئے جو ہر عالم دین کی دلی خواہش ہوتی ہے۔

درس و تدریس کے علاوہ تصنیف اور تالیف کے میدان میں جو کارہائے نمایاں انجام دیں۔ یقیناً قابل داد و لائق تحسین ہے۔ عربی، اردو، فارسی اور پشتو پر یکساں دسترس حاصل تھی۔ اللہ رب العزت نے اس کے قلم میں روانگی، سلاست، چاشنی اور فصاحت و بلاغت کے نادر نکتے جو ان کی تالیفات کی خصوصیات ہیں۔ موقع بہ موقع اشعار جو ان کی خصوصی صفت تھی، ودیعت رکھی تھی، حالانکہ یہ فضیلت کم لوگوں کو نصیب ہوا کرتی ہے۔ ان کے قابل ذکر تصنیفات دروس الکافیہ شرح حسامی، حیات صدر المدرسین، نالہ زار از غنی دتمنا، ویرژن تصورات، ارمانوہ وغیرہ قابل ذکر ہے۔

شعر اور ادب کے بے تاج بادشاہ:

حضرت فانی صاحب مرحوم کو دیگر خصوصیات کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے دردمند دل دیا تھا۔ اس درد دل کو حضرت فانی صاحب مرحوم نے مختلف زبانوں میں الفاظ کا جامہ پہنا کر عصر حاضر کے بہترین و قادر الکلام شعراء کے صف اول میں اپنے لئے جگہ بنادی۔ آپ کا شعرانہ کلام ملک بھر کے وقیع رسائل جیسے ماہنامہ ”الحق“، ماہنامہ ”الخیر“، ”خدام الدین“ اور ”بینات“ وغیرہ میں شائع ہوتا رہا۔ ان کی نظموں اور غزلوں کو بہت کم مدت میں زبردست پذیرائی ملی، آپ عربی، فارسی، اردو اور پشتو کے قادر الکلام شاعر تھے۔ اردو زبان میں نہایت شگفتہ انداز میں واردات قلبی اور درد دل سپرد قلم کرتے رہے۔ دوستوں کی مجلس میں جب موقع اور محل کے مناسب اشعار ورد زبان ہوتے تو محفل کو کشت زعفران بنادیتے۔ فانی صاحب مرحوم اپنی شاعری کی حقیقت کے بارے میں محترم ڈاکٹر عبدالحی عارفیؒ کے چند اشعار لکھتے ہیں۔

ہیں میرے وجدان حسن و عشق کے آئینہ دار
اپنے بزم دل کا خود ساقی ہوں خود ہوں مئے گسار
پھر بقدر ذوق اس کو پڑھ لیا دوچار بار
کیا سر محفل سناتا ماجرائے ناگوار
کیوں کسی اہل نظر کی طبع نازک پہ ہو بار
محفل اہل ہنر سے دور اور بیگانہ وار

یہ میرے اشعار یہ ضربات قلب بے قرار
شاعری ہے میری تنہائی کا اک شغل لطیف
جب ہوا کچھ کیف دل میں کہہ لئے دوچار شعر
عمر بھر میں نے چھپایا ان کو مثل راز دل
یہ نوائے تلخ و شیرین یہ فغان گرم و سرد
میں ہوں جس عالم میں رہنے دو مجھے اے عارفی

اپنے درد دل کو یوں چند اشعار میں ذکر کیا ہے:

ماجرائے خون فشانی اور ہے
درد کی میری کہانی اور ہے
یہ حیات جاودانی اور ہے
لیکن تنگ فانی اور ہے

داغ دل پہ یار جانی اور ہے
یہ نہیں ہے قصہ لیلیٰ و قیس
زندہ ہوں لیکن شہید عشق بھی
ہوں مرید میر و غالب شعر میں

مختصر یہ کہ آپ کے شاعرانہ کلام کا جھلک آپ کے کتابوں ”نالہ زار“ پشتو زبان میں ”ازغی دمننا“، ویرژن تصورات اور ”داغباے فراق“ (جو کہ مرثیوں پر مشتمل ہے) سے واضح ہے کہ آپ عصر حاضر کے بہترین شعراء میں سے تھے۔

فرق باطلہ کا تعاقب اور جامعہ حقانیہ سے محبت:

بچپن سے فانی صاحب مرحوم کی سیاسی وابستگی جمعیت علماء اسلام سے تھی۔ زمانہ طالب علمی میں اس میدان میں گاؤں میں بڑے بڑے معرکے سر کئے۔ جس کا یہ مختصر مضمون نقل نہیں کر سکتا۔ گاؤں میں رسومات اور بدعات کے خلاف جرات مندانہ انداز کے ساتھ میدان میں کھود کر انجام سے بے پرواہ ہوتے۔ جن میں اکثر واقعات اصحاب احوال اور اہل قصبہ کو معلوم ہیں۔ اسی طرح سیاست کے میدان میں جلسے جلوسوں میں شرکت اور خصوصاً انتخابات کے موقع پر علمی اور عملی متاع لٹا کر اپنوں اور بیگانوں کے طعنوں اور مخالفت کی پرواہ کئے بغیر خلوص دل سے ہماری سرپرستی فرماتے رہے، اپنے ہم جنسوں کے محفل میں انتہائی خوش و خرم جبکہ عوام کی محفلوں سے کتراتے تھے، یہی وجہ تھی کہ آپ کا والہانہ تعلق اپنے مادر علمی دارالعلوم حقانیہ سے اس قدر تھا کہ آپ چھٹیاں بھی دارالعلوم میں گزارتے اور بہت کم اپنے گاؤں تشریف لاتے۔ جب ہم شکایت کرتے تو فرماتے کہ میرا دارالعلوم سے نکلنا مچھلی کو دریا سے باہر نکالنے کے مترادف ہے۔

لیکن موت نے آخر ہم سب کو اپنے وقت پر اسی دار فناء سے دار بقاء کو لے جانا ہے۔ فانی صاحب مرحوم نے اپنے والد محترم حضرت صدر صاحب مرحوم کے بارے میں فرمایا تھا کہ ”شکستی کرما“ یہ جملہ آج مجھ پر فانی صاحب مرحوم کے سانحہ رحلت پر صادق ہو رہا ہے۔ فانی مرحوم کے سانحہ رحلت نے ہمارے دلوں کو مضطر اور حواس کو معطل کر کے رکھ دیا۔ یہی وجہ ہے کہ جنازہ ادا کرنے کے وقت میں غم سے نڈھال اتنا تو تھا کہ اپنے انتہائی مہربان دوستوں جناب مولانا حامد الحق صاحب اور مولانا راشد الحق صاحب کا نام بھول گیا، زبان گنگ، دل ماؤف اور عقل پڑمردہ تھا۔ دارالعلوم حقانیہ اور زرובی میں ہزاروں علماء، طلباء اور صلحا و عوام الناس نے جنازہ میں شرکت کی۔ فانی صاحب بستر مرگ پر بھی دوستی اور محبت کا لحاظ رکھتے ہوئے مجھ جیسے طالب علم سے گاؤں میں نماز جنازہ کی امامت ادا کرنے کی وصیت کر گئے۔ جسے میں اپنے لئے باعث سعادت اور باعث نجات سمجھتا ہوں۔ اور یوں فانی مرحوم اس دار فانی سے تمام رشتہ دار اور احباب کو غمزدہ چھوڑ کر سفر آخرت پر روانہ ہوئے۔

اللهم نور قبرہ وبرد مضجعہ

مسکراہٹ کی لکیریں جس نے تصویروں کو دی اس مصور کی جبین پر ہر شکن مضروب ہے